© rasailojaraid.com

احکام ومسائل

دارالافتاء
جامعہ سلفیہ فیصل آباد

سوال:۱۔ مصافحہ کا صحیح اور سنت طریقہ کیا ہے؟

۲۔ احتراماً کھڑا ہونا درست ہے یا نہیں؟ جیسا کہ ٹیچر وغیرہ کے کلاس روم میں داخل ہونے پر کلاس کھڑی ہوتی ہے؟

۳۔ ایک شخص وفات پا گیا ہے اس کے ورثاء میں پوتے اور دوہتے ہیں اس کی وراثت کس طرح تقسیم ہوگی؟

۴۔ ایک شخص پراپرٹی ڈیلر ہے، خریدار و فروخت کنندہ سے کمیشن لیتا ہے، شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کمیشن کی کیا حد ہونی چاہئے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

سائل: طاہر اعجاز 90 چٹی، شاہ کوٹ

الجواب بعون الوہاب

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین، امابعد:

مصافحہ مسلمانوں کا کامل تحیہ وسلام ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معمول تھا اور رب العالمین مصافحہ کرنے والوں کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں جیسا کہ تفصیل کتب احادیث میں موجود ہے۔

عام احادیث سلام و مصافحہ کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے مصافحہ کا مطلب باہمی ہتھیلیوں کو ملانا ہے۔ کیونکہ مصافحہ صفحہ سے ماخوذ ہے۔ رُخ کو کہتے ہیں ہاتھ میں ہتھیلی کو صفحہ کہتے ہیں ایک دوسرے کا ہتھیلی سے ہتھیلی کو ملانا مصافحہ کہلاتا ہے اور یہ عمل عموماً ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے پر صادق آتا ہے۔

نیز حدیث شریف میں وضاحت بھی اس طرح موجود ہے:

عن انس قال قال رجل یا رسول اللہ ﷺ الرجل منا یلقی اخاہ او صدیقہ اینحنی لہ قال لا قال فیلتزمہ ویقبلہ قال لا قال افیاخذ بیدہ ویصافحہ قال نعم (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت انس سے مروی ہے کہتے ہیں کہ: ایک شخص نے پوچھا کہ بھائی یا دوست کی ملاقات ہو تو اس وقت اس کیلئے جھک جائے آپ ﷺ نے منع فرمایا نہیں۔ پھر اس نے عرض کیا اسے بغل گیر ہو جائے اور بوسہ لے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ پھر اس نے کہا اس کا ہاتھ پکڑے اور اس سے مصافحہ کرے تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ایسا ہی کرے۔

اس حدیث میں بیدہ مفرد کی ضمیر ہے جو ایک پر دلالت کرتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصافحہ ایک ہاتھ سے کرنا چاہئے۔

دونوں ہاتھوں سے صریح طور پر سلام کے وقت مصافحہ کرنا کسی صحیح حدیث میں مذکور نہیں ہے اس لئے ایک ہاتھ سے ہی مصافحہ کرنا اولیٰ بہتر و افضل ہے۔

بعض علماء کرام نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث تعلیم تشہد والی سے دو ہاتھ سے مصافحہ کے جواز پر استدلال کیا ہے جس میں مذکورہ ہے کہ جب نبی ﷺ نے عبداللہ بن مسعودؓ کو نماز میں پڑھے جانے والے تشہد کے کلمات سکھائے تو اس وقت عبداللہ بن مسعودؓ کا ہاتھ نبی ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا۔

لیکن یہ یاد رہے یہ حدیث شریف سلام کے متعلق اور مصافحہ کے متعلق واضح نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک تعلیم وتعلم کی صورت ہے۔

نمبر۲:

تعظیم واکرام کیلئے کھڑے ہونا جیسے کلاس میں استاد کی آمد پر کھڑا ہوا جاتا ہے۔ یہ تعظیماً کھڑے ہونا شرعاً درست نہیں ہے ایسا کرنا محض مغربی تہذیب کی تقلید ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عن ابی امامۃ قال خرج رسول اللہ متکئا علی عصا فقمنا لہ فقال لا تقوموا کما یقوم الاعاجم

حضرت ابوامامہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ آپ عصا پر ٹیک لگائے تشریف لائے ہم آپ کی وجہ سے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تعظیماً اس طرح کھڑے نہ ہوا کرو جیسا سے عجمی لوگ (روم و فارس) کے لوگ بڑوں کی آمد پر کھڑے ہوتے ہیں (ابو داؤد، ملاحظہ ہو مشکوٰۃ المصابیح جلد دوم ص ۴۰۳)

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

لم یکن شخص احب الیھم من رسول اللہ ﷺ وکانوا اذا راوہ لم یقوموا لما یعلمون من کراھیتہ لذالک (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح بحوالہ مشکوٰۃ)

کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخص معزز ومحترم نہ تھا پھر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور جب آپ ﷺ تشریف لاتے تو صحابہ کرام کھڑے نہیں ہوا کرتے تھے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ آپ ﷺ ناپسند کرتے ہیں۔

لہٰذا ان احادیث کی روشنی میں کسی شخص کی آمد پر محض احترام کے طور پر کھڑا ہو جانا جیسے دفاتر سکول، کالجز وغیرہ میں مروج ہے، درست نہیں اسے ترک کرنا چاہئے۔ البتہ سلام کرنے کی غرض سے ان کی خدمت و مدارت کیلئے آنے والے کیلئے مجلس میں فراخی اور وسعت پیدا کرنے کی غرض سے اٹھنا ہرگز اس میں شامل نہیں بلکہ یہ تو مطلوب ہے۔

ھذا ما عندنا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

نمبر۳:

اگر کوئی شخص وفات پا گیا ہے اور ورثاء میں صرف پوتے اور نواسے ہیں ان کے علاوہ کوئی قریبی دیگر رشتہ دار نہیں ہے تو ایسی صورت میں متوفی کے صرف پوتے ہی وارث ہونگے۔ نواسے وارث نہیں ہونگے۔

نمبر۴:

پراپرٹی ڈیلر کا کمیشن لینا

آج کل کی مشغول ترین زندگی میں بسا اوقات خریدار کو براہ راست فروخت کنندہ سے اور فروخت کنندہ کو خریدار تک پہنچنا مشکل ہو گیا ہے ڈیلر دونوں سے تعاون کرتا ہے اس لئے اسے حق الخدمت وصول کرنا یعنی کمیشن لینا جائز ہے درست ہے۔ البتہ بات دونوں فریقین کے درمیان عدل و انصاف سچ کی بنیاد پر کرے جھوٹ نہ بولے اور کمیشن بھی دونوں فریقین سے واضح کہہ دے یعنی طے کرے اور اس کے عوض وہ کیا خدمت سرانجام دے گا وہ بھی واضح کر دے۔

شرعاً کمیشن کی حد مقرر نہیں کی جا سکتی باہمی اتفاق سے مقرر کر سکتے ہیں البتہ نزاع اور جھگڑے کی صورت میں عرف عام سے فیصلہ کیا جائے گا۔

سوال: گاؤں میں ایک غیر شادی شدہ لڑکی حاملہ ہو گئی اگرچہ اس کا کردار تو مشکوک تھا لیکن اس نے ایک لڑکے سے تعلقات کا اعتراف کر لیا۔ بعد میں حمل ضائع کروا دیا گیا۔ اور گاؤں والوں نے اسی لڑکے سے اس کا نکاح کر دیا ہے۔

اب قرآن وسنت کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں کہ ان کا یہ عمل درست ہے یا نہیں؟ اور شرعاً نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

نیز اس جرم کی اگر کوئی شرعی سزا ہو تو واضح کریں۔

سائل: ڈاکٹر قمر احسان، شاہکوٹ

الجواب بعون الوہاب

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین امابعد:

بیان کردہ سوال میں متعدد امور ہیں، زنا کا ارتکاب اور اس کے نتیجہ میں عورت کا حاملہ ہونا اور حمل کو ضائع کروانا اور پھر ان کے مابین نکاح......۔

زنا کا ارتکاب اور حمل کا ضائع کروانا انتہائی قبیح اور کبیرہ گناہ ہیں، جن سے توبہ لازم ہے۔ اسلامی قانون میں ان دونوں جرائم کی سزا انتہائی سخت ہے۔ غیر شادی شدہ افراد اس برائی میں ملوث ہوں تو انہیں سو سو کوڑے لگانا اور ایک سال کیلئے جلاوطن ......قید...... وغیرہ میں ڈالنا ہے۔

اور حمل کا ضائع کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے۔

یہ عمل شبہ القتل ہے اور کبیرہ گناہ ہے مرتکبین مستوجب سزا اور سخت تعزیر کے مستحق ہیں۔

اسلامی حدود کی عدم تنفیذ کے باعث اس شرعی سزا کا اجرا تو ممکن نہیں ہے البتہ مرتکبین کو اس کا احساس دلانا لازمی اور ضروری ہے۔ تاکہ رب تعالیٰ سے معافی کیلئے رجوع کریں، اور کثرت سے توبہ و استغفار کیطرف توجہ دیں۔

باقی رہا کہ بعد میں ان کے درمیان نکاح کر دینا، تو پہلے نکاح کا تقدس سامنے رکھنا چاہئے،

شریعت اسلامی نے عمل نکاح جیسے پاکیزہ عمل کے ذریعہ خاوند بیوی کو اکٹھا کیا ہے تاکہ عفت و عصمت بھی محفوظ رہے اور نسل انسانی کا تحفظ بھی ہو۔

ایسے افراد جو بدچلن ہوتے ہیں کہ مابین نہ تو عفت وعصمت ہوتی ہے اور نہ ہی نسب کا تحفظ تو پھر ایسے افراد کے مابین عمل نکاح محض ایک گندگی پر پاکیزہ چادر ڈالنا ہے۔ نعوذ باللہ۔ جب تک ایسے گناہ کے مرتکب راہ راست پر نہیں آتے اور توبہ و استغفار نہیں کرتے اور قوانین اسلام کی پابندی نہیں کرتے ان کے درمیان محض رسم نکاح ادا کر دینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

چاہئے تو یہ تھا کہ ایسے افراد کو خوب ملامت کی جاتی ان کے درمیان تفریق کی جاتی ان کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کیا جاتا اگر واقعتاً وہ اس کا اثر قبول کرتے گناہ سے توبہ کرتے تو نکاح کر دینے میں بھی کوئی حرج نہ ہوتا۔ کیونکہ التائب من الذنب كمن لاذنب له گناہ سے سچی توبہ کرنے والا ایسے ہو جاتا ہے کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

لیکن اصلاح احوال کی طرف توجہ نہ دینا برائی ظاہر ہونے پر اسلامی شعائر کی چادر سے پردہ ڈال دینا سراسر ناانصافی ہے۔

بہر حال یہ عمل واقع میں ہو چکا ہے اس واقعہ میں ملوث افراد بالخصوص اور دیگر اس فیصلہ میں موجود افراد پر لازم ہے کہ اپنے اس جرم کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں، حمل ضائع کرنے والے ناحق جان تلف کرنے کیوجہ سے دہرے مجرم ہیں انہیں مزید توبہ و استغفار کے ساتھ ساتھ صدقہ و خیرات کرنا چاہئے تاکہ اس گناہ کا مداوہ ہو جائے۔ ان الحسنات يذهبن السيئات۔ عمل خیر سے گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے پر عمل کرنا چاہئے۔

البتہ نکاح صحیح و درست ہے بشرطیکہ دیگر شرائط کا لحاظ رکھا گیا ہو۔

ھذا ما عندنا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

© rasailojaraid.com